خدام الدین

بانی: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ: جانشین شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ انور

رئیس التحریر مولانا مفتی محمود

استقامت

جب میں اس مقام پر پہنچا تو گناہ آلود دامن میرے گرد جال بننے لگے۔ انتقامی نگاہیں میرے تعاقب میں رہنے لگیں۔ برائی اپنے تمام وسائل سمیٹ کر میری دشمنی پر آمادہ ہو گئی ——— لیکن میری گردن ایک لمحہ کے لیے بھی نہ جھکی اور نہ میرے پائے استقامت میں لغزش آئی۔

(حضرت امیر شریعت)

۱۱ اپریل ۶۵

پیسے

مطبوعات انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور پاکستان

صحابہؓ آسمانِ رشد کے روشن ستارے ہیں

حافظ محمد ظہور الحق ظہور جھنڈیالی

مجھے ماں باپ، اولاد سے اور جاں سے پیارے ہیں
صحابہؓ راحتِ قلب و جگر آنکھوں کے تارے ہیں

صحابہؓ رفیقِ بزمِ رسالت بن کے آئے ہیں
صحابہؓ ہی نے سمجھے ہیں نبیؐ کے جو اشارے ہیں

صحابہؓ گلشنِ اسلام کے گلہائے رنگیں ہیں!
فدایانِ جمالِ مصطفےٰؐ، اصحابؓ سارے ہیں

صحابہؓ نے صداقت سے، عدالت سے، سخاوت سے
شجاعت سے، پریشاں گیسوئے فطرت سنوارے ہیں

صحابہؓ ہی کی نصرت کو خدا نے آسمانوں سے
فضائے بدر میں لشکر فرشتوں کے اتارے ہیں

صحابہؓ کو خدا نے عزّ و تسکین و رضا بخشی
محمدؐ کو بھی پیارے ہیں خدا کو بھی وہ پیارے ہیں

صحابہؓ ہی نے آغوشِ نبوت میں جگہ پائی
صحابہؓ ہی کو حاصل جلوۂ حق کے نظارے ہیں

ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ نے محبت سے
نبیؐ کے بعد بھی یکجان ہو کر دن گزارے ہیں

جو محبوبانِ محبوبِ خداؐ سے بیر رکھتے ہیں
وہی رسوائے عالم ہیں وہی قسمت کے مارے ہیں

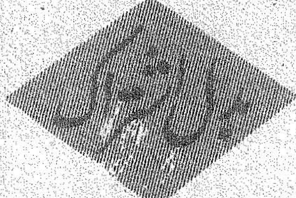
صحابہؓ مقتدائے اہلِ عرفاں ہیں، ظہور الحق
صحابہؓ آسمانِ رشد کے روشن ستارے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم



۲۸ ربیع الاوّل ۱۳۹۵ھ
۱۱ اپریل ۱۹۷۵ء

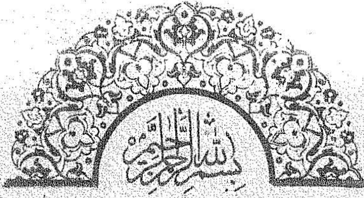
جلد [illegible]
شمارہ [illegible]



سالانہ	۲۶/- روپے
ششماہی	۱۴/- روپے
سہ ماہی	۷/- روپے
فی شمارہ	۶۰ پیسے

چیف ایڈیٹر
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

قائد اسلامی انقلاب حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ العالی



فیصل الشہید

جلالۃ الملک خادم الحرمین الشریفین شاہ فیصل کی المناک شہادت کا واقعہ ایسا نہیں جو آسانی سے بھلایا جا سکے۔ مرحوم کی شہادت پر اتنے دن گزر چکنے کے باوجود پورے عالم اسلام میں اب تک ماتم کی کیفیت برپا ہے اور یقیناً یہ سلسلہ بڑی دیر چلے گا۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ایک ملک کے فرمانروا تھے یا شاہی خاندان کے ایک اہم فرد تھے کیونکہ ہم نے کئی شاہی خاندانوں کو اس طرح زیر و زبر ہوتے دیکھا ہے کہ الامان! ساتھ ہی کئی فرمانروایانِ مملکت اس حال میں دنیا سے رخصت ہوتے دیکھے کہ رسمی تعزیت کے سوا کچھ بھی نہ ہوا۔ اس کے برعکس مرحوم کے بارے یہ دعائیں یہ احساسِ غم اور پریشانی کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ آج کے اس دور میں ایک صائب الرائے مفکر، دردِ دل رکھنے والے مسلمان اور عالمِ اسلام مصائب پر تڑپنے والے فرمانروا تھے۔

سعودی عرب کا حکمران بننے کے بعد کچھ دن ان کے معاملہ میں آراء میں اختلاف ضرور رہا۔ لیکن بہت جلد وہ ایک غیر متنازعہ فیہ شخصیت کا روپ دھار گئے اور مشرق و مغرب کے تمام مسلمان ممالک انہیں اپنا مخلص اور بہترین دوست اور ساتھی سمجھنے لگے۔

بالخصوص حالیہ عرب اسرائیل جنگ کے بعد جس میں مصر و شام نے اسرائیل کا غرور خاک میں ملا کر اس کے ناقابلِ تسخیر ہونے کا لایعنی خیال و زعم غلط ثابت کر دیا تھا۔ شاہ اتنی تیزی اور شدت سے ابھرے کہ اب چاروں طرف سے نگاہیں ان پر اٹھتی تھیں۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ حالیہ جنگ میں اگر افرادی طاقت

مصر و شام یا بعض دوسرے ممالک کی تھی تو اسلحہ و سامان رسد جو ایک جنگ کی ناگزیر ضرورتیں ہیں ان کا بہت بڑا حصہ شاہ کے اسلامی جذبات کا مرہونِ منت تھا۔

انہوں نے جہاں سعودی عرب کے اندر اسلامی حدود میں رہتے ہوئے ترقی و برتری کے لیے کئی عظیم الشان منصوبے بنائے اور ان پر تیزی سے عملدرآمد کرا کے سعودی قوم کو اوجِ ثریا تک پہنچایا وہاں اپنے خداداد وسائل کو پوری فراخ دلی اور وسعت قلبی کے ساتھ اپنے دُکھی اور غمزدہ بھائیوں کے لیے وقف کر دیا۔ اور اس سلسلہ میں کسی صلہ و ستائش سے کبھی سروکار نہ رکھا۔ اس کی بدیہی مثالیں معلوم کرنی ہوں تو وہ کئی ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے کہ مصر کے موجودہ فرمانروا السید سادات نے جب ان کے دورۂ مصر کے دوران ان کی گرانقدر امداد پر ان کا شکریہ ادا کیا تو انہوں نے جواباً کہا کہ یہ میرا فرض تھا۔

اسی طرح پاکستان کے زلزلہ زدگان کے لیے ایک کروڑ ریال کی کثیر امداد کے بعد یہاں سے شکریہ کے طور پر جانے والے ٹیلیگرامز کے جواب میں انہوں نے یہی کچھ کہا کہ یہ میرا فرض تھا۔

ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خودنمائی و خودستائی کے لیے نہیں بلکہ محض رضاء الٰہی کے لیے یہ سب کچھ کرتے تھے اور ان کا دل ملتِ اسلامیہ کے دکھوں پر روتا تھا۔

حالیہ عرب اسرائیل جنگ کی کامیابیوں میں تیل کی بندش کے مسئلہ کو بڑا دخل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ شاہ ہی کا تدبّر تھا کہ انہوں نے اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنایا اور اسرائیل اور اس کے آقایانِ ولی نعمت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

اس اقتصادی ناکہ بندی کے پروگرام سے بالخصوص امریکہ نے جتنی بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کیا جوابی طور پر دھمکیاں دیں اس سے اخبار بین حضرات اچھی طرح واقف ہیں لیکن شاہ نے جس حقارت سے امریکی دھمکیوں کا جواب دیا وہ بھی انہی کا حصہ تھا حتیٰ کہ انہوں نے اپنے تمام کنووں کو تباہ تک کرنے کا پروگرام بنا لیا۔ اور ان کے بعض قریبی ساتھیوں نے بدوی زندگی کی طرف لوٹ جانے کے عزم تک کا اظہار کیا۔

اس پس منظر میں دیکھا جائے تو ان کی موت کا اتنا عظیم صدمہ ہے جس کا درد مدتوں محسوس کیا جائے گا۔ لیکن جس بات کی خوشی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جانشین کے طور پر جس نوجوان کا انتخاب کیا ہے یعنی "جلالۃ الملک" خالد۔ ان کے متعلق سعودی عرب کے عوام میں بڑے اچھے تاثرات ہیں۔ ان کی کم گوئی، اسلام دوستی، اہل اسلام کے لیے دھڑکتا ہوا دل، بیت المقدس سمیت تمام مقبوضہ علاقوں کی آزادی کے لیے شاہ مرحوم جیسے جذبات کا عام چرچا ہے اور یقین ہے کہ دائیں بائیں کی سامراجی تفریق سے ماورا ہو کر ایک مخلص و صادق القول مومن کی طرح اپنا سفر جاری رکھیں گے۔

دوسری بات جس کا تذکرہ از بس ضروری ہے یہ ہے کہ شاہ خالد کا انتخاب بالکل متفقہ ہے کوئی کسی قسم کا اختلاف ظہور پذیر نہیں ہوا۔ اس سے اس احساس کو بھی تقویت پہنچتی ہے کہ شہزادہ فیصل بن مساعد کی انتقامانہ حرکت کے ڈانڈے کسی دوسرے مقام سے نہیں ملتے کیونکہ خدانخواستہ ایسا ہوتا تو سعودی عوام میں انتشار و افتراق کا خطرناک ریلا اٹھتا جس سے ناقابل تلافی نقصان ہوتا۔

معلوم یہی ہوتا ہے کہ شہزادہ نے محض سرپھرے ہونے کے بل بوتے پر کسی ذاتی ناراضگی یا کسی خاندانی جھگڑے کے چکر میں مبتلا ہو کر ایسی حرکت کی ہے۔

جو بھی ہو بہرحال اس کا فعل اتنا وحشیانہ ہے کہ اس کو سنگین سزا ملنی چاہیے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ سعودی عرب کی شرعی عدالت اس ناہنجار اور بگڑے ہوئے شہزادے کو ضرور اپنے کیے کا مزہ چکھائے گی۔

فیصل مرحوم نے خادم حرمین کی حیثیت سے جو خدمات سرانجام دی ہیں وہی اتنی قابل قدر ہیں

کہ ہم ان کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ خداوند قدوس ان کی مظلومانہ موت کو ان کے رفع درجات کا سبب بنائے رحمت و غفران کا ان کے ساتھ مثالی سلوک کرے اور ان کے پسماندگان و متعلقین جن میں سارا عالم اسلام شامل ہے اس حادثہ کے برداشت کی توفیق بخشے نیز ان کے جانشین کو ان کا حقیقی جانشین بنائے۔

مرزائیوں کی اشتعال انگیز حرکات

جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے امیر جانشین شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ انور نے ۵ ربیع ۱۳۹۵ھ اپریل ۷۵ء کے خطبہ میں انکشاف فرمایا کہ آج لاہور میں پریس ٹرسٹ کے انگریزی اخبار روزنامہ پاکستان ٹائمز میں رکھ کر ۲ اپریل کا مرزائی روزنامہ الفضل تقسیم کیا گیا۔

آپ نے اس پر شدید احتجاج کیا پرچہ موجود عوام کو دکھایا اور فرمایا کہ ایک اجماعی عقیدہ جس کو پاکستان کے سب سے بڑے ادارہ نے قانونی شکل بھی دے دی ہے کے خلاف یہ حرکات انتہائی اشتعال انگیز اور امن سوز ہیں اس لیے حکومت کو ان کا نوٹس لینا چاہیے۔

جہاں تک مرزائیوں کا تعلق ہے وہ ۷ ستمبر ۷۴ء کے فیصلہ کے بعد مسلسل اس قسم کی حرکات کر رہے ہیں۔ کہ اگر مسلمان جوابی کارروائی کریں تو انہیں اور ان کے ہوش ٹھکانے آ جائیں لیکن مسلمان محض امن و امان کی خاطر صبر سے کام لے رہے ہیں۔ تاہم یہ سوال اپنی جگہ ہے کہ آخر صبر کب تک ہوگا؟ موجودہ پرچہ جو اس طرح تقسیم کیا گیا ہے پہلے بھی امن سوز عبارتیں سامنے آ چکی ہیں جنہیں قومی اسمبلی کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرنے تک کا کہا گیا ہے

اس پرچہ میں "مرزا غلام احمد" کو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام "ناصر" کو خلیفۃ المسیح الثالث "مرزا محمود" کو مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خلیفۃ المسیح الثانی۔ مرزائی مبلغ جلال الدین شمس کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کے القابات اور دعائیہ جملوں سے یاد کیا گیا ہے

ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اسلامی اصطلاحات کے زمرہ میں آتا ہے اور یہ مسلمانوں کا حق ہے۔ کسی کافر جماعت و طبقہ کو ان مقدس اصطلاحات کے استعمال کا حق نہیں۔

لیکن اس کے باوجود پاکستان میں یہ لٹریچر چھپ رہا ہے۔ اسلامی اصطلاحات کا مذاق اڑایا جا رہا ہے قومی اسمبلی کے فیصلہ کی توہین ہو رہی ہے اور کوئی پرسان حال نہیں بلکہ چیمبر میں بھٹو اور ان کے لگے بندھے الٹا اپنے کو محافظ ختم نبوت کہلانے میں باک محسوس نہیں کرتے اور ۹۰ سالہ مسئلہ حل کرنے کا جھوٹا کریڈٹ حاصل کرنا چاہتے ہیں جبکہ فدائیان ختم نبوت کی ایک کثیر تعداد جھوٹے مقدمات کا اسی طرح شکار ہے۔

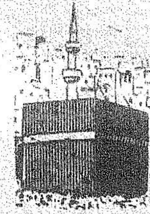
اس مسئلہ پر مفکر اسلام حضرت العلام مفتی محمود کا فاضلانہ اداریہ آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں۔

ضروری اعلان

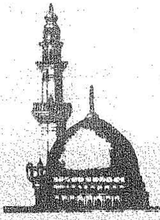
بعض احباب حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور کا نام نامی مختلف جلسوں وغیرہ کے اشتہارات میں اعتماد کے بل بوتے پر دے دیتے ہیں جس سے احباب کو کافی تکلیف ہوتی ہے۔

حضرت کا پروگرام قبل از وقت خدام الدین میں شائع ہوتا ہے اور یہی پروگرام حتمی ہوتا ہے۔

اس پروگرام کے علاوہ کہیں لکھے ہوئے نام کا اعتبار نہیں البتہ ہنگامی سفر اس سے مستثنیٰ ہے۔ (حاجی بشیر احمد)



شاہ فیصلؒ



خالد بزمی

اسلام کی عظمت کے علمدار تھے فیصل
اسلام کے شیدا و فداکار تھے فیصل

ہر لحظہ تھے وہ خدمتِ اسلام میں مشغول
اسلام کی عزت کے نگہدار تھے فیصل

باطل سے کسی طور نہ تھا اُن کو سروکار
باطل سے سدا برسرِ پیکار تھے فیصل

دنیا کے کسی گوشے میں ہو کفر کی یلغار
اس کے لیے اسلام کی تلوار تھے فیصل

لادین سیاست ہو کہ لادین معیشت
اس قسم کے ہر کفر سے بیزار تھے فیصل

اسلام کی خدمت کیے جاتے تھے وہ چپ چاپ
گفتار نہیں پیکرِ کردار تھے فیصل

ایک ایک مسلماں کا درد اُن کے تھا دل میں
اس ملتِ اسلام کے غمخوار تھے فیصل

اغیار کی حرکات کہاں اُن سے نہاں تھیں
اس دور میں اک دیدۂ بیدار تھے فیصل

اب اُن سا کوئی اور دکھائی نہیں دیتا
اغیار کے حربوں سے خبردار تھے فیصل

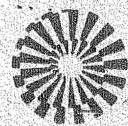
اس دور میں اُن سا کوئی آئے کہاں سے
اس دور میں اسلام کا معیار تھے فیصل

صدیوں میں بھی اُن سا کوئی پیدا نہیں ہوگا
اسلام کے وہ آئینہ بردار تھے فیصل

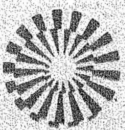
آج اُن کے نہ ہونے سے مسلمان ہیں مغموم
اس ملتِ اسلام کے سالار تھے فیصل

غم ان کی شہادت کا فراموش نہ ہوگا
دیندار تھے اور حق کے پرستار تھے فیصل

کیا اس سے زیادہ بھی کوئی مرتبہ ہوگا
جاروب کشِ روضۂ سرکارؐ تھے فیصل



وہ خادمِ حرمین شریفین تھے بزمی
ہر عزت و اعزاز کے حقدار تھے فیصل



خطبہ جمعہ
۲۸ مارچ ۷۵ء
مرتب
سعید الرحمٰن علوی

قائد اسلامی انقلاب
حضرت مولانا
مفتی محمود مدظلہ

جلالۃ الملک فیصل شہید کے

عظیم احسانات کا بہترین اجر اللہ تعالےٰ ہی کے پاس ہے

سعودی عرب کے فرمانروا کو زبردست خراج عقیدت

قائد جمعیۃ حضرت العلامہ مفتی محمود صاحب ۲۷ مارچ کو ریاض (سعودیہ) سے واپس اسلام آباد پہنچے۔ ریاض جانے کی وجہ عالم اسلام کے عظیم المرتبت قائد جلالۃ الملک فیصل مرحوم کے جنازہ میں شرکت تھی ۲۸ کو ۹ بجے کے قریب آپ اسلام آباد سے بذریعہ کار لاہور تشریف لائے۔ اصل غرض محض نماز جمعہ کی ادائیگی تھی اور پھر منچن آباد سفر کرنا تھا لیکن حضرت جانشین شیخ التفسیر مدظلہ العالی اور دوسرے حضرات کی خواہش پر آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطبہ کیا تھا جلالۃ الملک کو بھرپور خراج عقیدت۔

آپ نے فرمایا۔ ابھی ابھی اسلام آباد سے یہاں پہنچا مقصد حضرت مولانا عبیداللہ کی تقریر سننا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا تھا کیونکہ میرے دل میں ان کے لیے بڑی عقیدت و محبت ہے لیکن قہرِ درویش برجانِ درویش کے مصداق الٹا مجھے ہی کچھ کہنا پڑا۔

آپ نے حالات کی مناسبت سے فیصل الشہید کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ جلالۃ الملک کی شہادت و وفات پر سارا عالم اسلام غمگین ہے اور تمام مسلمان ایک عظیم نقصان محسوس کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ ۲۶ مارچ کو ریاض پہنچے۔ جنازہ میں صرف ایک گھنٹہ باقی تھا۔ وہاں محسوس ہوا کہ پوری ملت اسلامیہ غم میں ڈوبی ہوئی ہے۔

وہاں تمام عالم اسلام کے نمائندے تھے۔ انوارالسادات حافظ الاسد [illegible]، شاہ حسین، جعفر النمیری، یاسر عرفات تمام شیوخ، رؤسا، ملوک۔ الغرض سبھی جمع تھے اور جمع ہی نہیں بلکہ غم و اندوہ کی تصویر بنے ہوئے تھے۔ میں نے سبھی کو بلکتے اور روتے دیکھا بالخصوص انوارالسادات اور حافظ الاسد بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔

آپ نے کہا کہ بنص قرآنی موت ہر ایک کے لیے مقدر ہے لیکن موت موت میں فرق ہے۔ بعض افراد ایسے ہوتے ہیں جو خود تو ہنستے جاتے ہیں لیکن ایک زمانہ روتا ہے۔ جیسا کہ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ تیری پیدائش کی خوشی میں سب ہنس رہے تھے تو رو رہا تھا اب زندگی یوں گزار کہ تو ہنستا جائے اور وہ روئیں۔

اس طرح وہ لوگ خوش نصیب ہیں جن کے جانے پر زمانہ روتا ہے۔

آپ نے فیصل الشہید کے متعلق فرمایا کہ ان کی موت بھی اسی طرح کی ہے وہ شہید ہوئے اور ظاہر ہے کہ شہادت کی موت سے بہتر کوئی موت نہیں۔

شاہ کے دل میں اسلام کے لیے تڑپ تھی وہ ایک مضبوط مسلمان اور اسلامی روایات و آثار کے امین و علمبردار تھے۔

آپ نے فرمایا کہ کعبۃ اللہ زادھا اللہ شرفا و عظمۃ و کرامۃ و جلالا کے ساتھ ایک مسلمان کا جو تعلق ہے اس کی وجہ سے بھی مسلمانوں کو ان سے عقیدت و تعلق تھا کیونکہ وہ خادم مرکزِ اسلام تھے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے ذاتی گھر کی حفاظت کرنے والا اس کی تعمیر و ترقی میں دلچسپی لینے والا جب ہمارا محسن کہلاتا ہے اور ہم اس کا احترام کرتے ہیں تو پوری ملتِ نہیں بلکہ ملت کے خالق و مالک کے گھر کا خادم، اس کی حفاظت کرنے والا

اس کی تعمیر و ترقی میں کوشاں؟ اس میں اپنے ہاتھ سے جھاڑو دینے والا، اس کو غسل دینے والا اور اس پر غلاف چڑھانے والا ہمارا سب سے بڑا محسن کیوں نہ ہو گا؟

آپ نے فرمایا کہ کعبۃ اللہ کے علاوہ مسجد حرام کی عظیم عبادت گاہ جو بلاشبہ روئے زمین پر اکبر المعابد کا درجہ رکھتی ہے اور جس کے پایہ کی کسی طبقہ کی عبادت گاہ نہیں، اس کی تعمیر و توسیع میں انہوں نے جو دلچسپی لی، جتنا سرمایہ خرچ کیا وہ مستقل ان کا عظیم کارنامہ ہے اور اس پر انہیں مثالی اجر ملے گا۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کے لیے مسجد بنانے والے کو خوشخبری دی کہ اس کو جنت میں گھر ملے گا۔ بلکہ ایک حدیث میں فرمایا کہ اسی کی مثل اسے جنت میں مکان ملے گا من بنیٰ للّٰہ مسجدًا بنی اللہ لہٗ بیتًا مثلہ فی الجنۃ۔ لیکن اس مثل کا یہ معنی نہیں کہ دنیا میں کچی پکی مسجد بنانے والے کو ایسا ہی مکان ملے گا کیونکہ اس میں تو کوئی کمال نہیں کہ دنیا میں ہزاروں مکان اس قسم کی ناپختہ اور کچی مسجدوں سے بہتر ہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا کے شہر و قصبہ اور بستی میں ایک مسجد کو جو احترام و عزت حاصل ہے اور جس قسم کا پُر وقار مکان مسجد ہے ایسا ہی باعزت محل وہاں ملے گا۔

کسی شہر و بستی میں کوئی کتنا ہی بڑے سے بڑا مکان و محل ہو۔ لیکن اس میں جوتوں سمیت چلنا، اس کے فرش پر تھوکنا، اس میں بیٹھ کر گپ شپ ہمارا مشاہدہ ہے۔ اس کے برعکس بوسیدہ و کچی مسجد بھی ان چیزوں سے صاف ہوتی ہے۔ تو یہی احترام و قدر و منزلت ہے جس کے برابر احترام و قدر و منزلت کا وہاں مکان ملے گا۔

مسجد حرام سے بڑھ کر کوئی مسجد باعث احترام نہیں جہاں ایک نماز کا ایک لاکھ کے برابر ثواب ملتا ہے۔ تو اس کی خدمت و تعمیر و توسیع کا ان کو اجر و ثواب ملے گا۔

اس کے علاوہ حرم مدنی کی وہ عظیم مسجد، مسجد نبوی جو علی اختلاف روایات لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی کی مصداق ہے اور جس کی زمین حضور علیہ السلام نے بنو نجار سے باقاعدہ خرید کر پھر اس کو ہموار کر کے خود تعمیر کیا اور خود پتھر اٹھائے یہاں تک کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ عرض کرتے کہ مجھے دے دیں تو فرماتے خذ غیرھا یا ابا ھریرہ۔ اس کی تعمیر و توسیع میں آپؐ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ خود حضور علیہ السلام کے دور مسعود میں سنہ ۱ھ اور ۹ھ میں دو مرتبہ تعمیراتی کام ہوا۔ دوسری مرتبہ توسیع ہوئی اور اس کے بعد متعدد مرتبہ توسیع و تزئین کا مرحلہ آیا۔ لیکن جو وسعت و زینت اب ہے وہ فیصل مرحوم کا ہی حصہ ہے اور ابھی آپ نے دائیں جانب مزید زمین حاصل کی تھی اتنی ہی جتنی پہلے مسجد ہے اس کو ہموار کیا، کچھ عمارت بھی بنی لیکن تکمیل وہ نہ دیکھ سکے۔

اور یہ بھی نہ سمجھیں کہ جو مکانات و دکانات حاصل کیے وہ جبراً بلکہ منہ مانگے دام لوگوں کو دیے خود مجھے متاثرین نے بتلایا کہ ہمیں اتنا کچھ ملا کہ پرانے مکانات سے بہتر مکانات بنا کر مزید بچ گیا۔

آپ نے بتلایا کہ اس قدر خدمت کے باوجود اپنے کو ہمیشہ خادم سمجھا چنانچہ غلاف کعبہ پر یہ لکھا ہوا ہوتا ہے ھذہٖ الکسوۃ بناھا خادم حرمین شریفین جلالۃ الملک فیصل بن عبد العزیز من آل سعود۔

اس موقعہ پر آپ نے اپنے ۶۲ء کے دورہ بیت المقدس کا ذکر کیا اور فرمایا کہ مسجد اقصیٰ عظیم البرکت مسجد ہے جس میں نماز کے لیے مستقل سفر کی حضور علیہ السلام نے اجازت دی لیکن ۶۷ء کے بعد سے وہ اب تک یہود کے ناجائز قبضہ کا شکار ہے۔

آپ نے بتلایا کہ میں مفتی قدس کے ہمراہ صبح تہجد کے وقت جب وہاں گیا تو دروازے پر لکھا تھا بناہ حامی مسجد اقصیٰ حسین بن طلال بن عبد اللہ۔ حامی کا معنی محافظ کا ہے مجھے اس پر تعجب تھا لیکن مفتی قدس بڑے زیرک انسان تھے وہ میری حیرانی کو بھانپ گئے اور مجھ سے پہلے بول پڑے لا حامی لہا الا اللہ۔

میرا ذہن یہ تھا کہ اسے بھی شاہ فیصل کی طرح حامی کے بجائے خادم لکھنا چاہیے تھا قبضہ کی تبدیلی سے جھوٹ تو بنتا ہے بہرحال خدمت تو کی البتہ امتحاناً قبضہ

بدل بھی سکتا ہے۔

آپ نے بتلایا کہ مرحوم کی آخری خواہش اسی مسجد قدس میں آزادانہ نماز پڑھنے کی تھی لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔

آپ نے ۶۷ء سے پہلے اور بعد ان کی زندگی کا موازنہ کیا اور کہا ۶۷ء کے بعد وہ تیزی سے ابھرے مصر، شام، اردن وغیرہ سب سے اختلاف ختم کیے اور آج تو وہ عالمِ اسلام کے اتحاد کی نشانی بن چکے تھے۔ اسلامی بلاک کے لیے ان کی مخلصانہ کوششیں، رابطہ عالم اسلامی کا قیام۔ اسلامی سیکرٹریٹ کا چلنا ایسی بات نہیں جسے نظر انداز کیا جائے۔ ان سب میں ان کے جرأت و تدبر، وسعت قلبی، عالی حوصلگی اور دردِ دل کا بڑا دخل تھا۔

آپ نے سعودی معاشرہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہماری طرح قرآن و سنت سے نابلد اور اجڈ لوگ وہاں بھی ہیں لیکن حکومت کی مخلصانہ سعی اسلامی نظام کے نفاذ کی پرخلوص کوششیں، حدود و قصاص وغیرہ کا قیام ایسی باتیں ہیں کہ وہ معاشرہ امن کا گہوارہ بن چکا ہے ہماری طرح وہاں بے اطمینانی نہیں بلکہ کسی کے دل میں لالچ نہیں۔ کوئی کسی پر للچائی نظریں نہیں ڈالتا۔

اس کی اصل وجہ مرحوم شاہ فیصل، ان کے بھائی شاہ سعود اور ان کے والد محترم شاہ عبدالعزیز کی دین دوستی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ دین سے لگاؤ اور تعلق خاطر کی وجہ سے خدا نے انہیں دولت سے مالا مال کیا اور دولت اتنی ہے کہ امریکہ و برطانیہ اور فرانس جیسے ملک ان کے رحم و کرم پر ہیں۔

آپ نے قرآنی دلیل سے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ اہل کتاب کا ذکر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ توراۃ و انجیل کی اقامت کا فریضہ سرانجام دیں تو اوپر نیچے سے ان کے کھانے کا سامان ہو جائے اور اسی آیت مبارکہ میں ما انزل الیھم کے عموم میں اقامت قرآن کا بھی دخل ہے اس آخری کتاب مقدس کے خادم کیوں نہ مالا مال ہوں گے

آپ نے فرمایا کہ اس عظیم دولت کو قارون کی طرح انہوں نے جمع کر کے نہیں رکھا بلکہ مسلمانوں کی ہمدردی کے لیے پھیلا دیا۔ اس سلسلہ میں مصر و شام کے جنگی نقصانات کی تلافی کا ذکر آیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اس مد میں اب تک دس کھرب روپے دیئے جا چکے ہیں۔

اس کے علاوہ پاکستان میں ہر مصیبت کے وقت انہوں نے کھلے دل کا مظاہرہ کیا۔ حتیٰ کہ وہ پاکستان کے اتنے عظیم دوست تھے کہ شاید عام پاکستانیوں کو احساس بھی نہ ہو۔ اس کی ایک مثال بنگلہ دیش کی تسلیم کا سوال ہے۔ ملک ہمارا کٹا، سازش سے کٹا اور تسلیم بھی ہم نے کیا۔ اس کے سربراہ کو لاہور بلایا ۲۱ توپوں کی سلامی دی، گلے ملے اور شکر ادا کیا کہ بھائی مل گئے۔ حالانکہ بھائی تو صحیح معنوں میں اسی دن بچھڑ گئے۔ لیکن جلالۃ الملک مرحوم نے بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کیا۔ اور وجہ یہ بتائی کہ مسلمانوں کے ملک میں سیکولر آئین کیوں؟ اور پھر علیحدگی ناگزیر تھی تو مشرقی و مغربی جرمنی، شمالی جنوبی یمن کی طرح مغربی مشرقی پاکستان نام میں کیا قباحت تھی؟ الگ نام کیوں رکھا؟

آپ نے واقعہ قتل کے متعلق بتلایا کہ ان کے بھائی کے بیٹے نے یہ حرکت کی ہے۔ ہمیں شبہ تھا کہ کوئی بیرونی سازش نہ ہو بالخصوص یہود اور ہنری کسنجر کی ناکامی پر سوچا جا سکتا تھا لیکن الحمدللہ ایسی بات وہاں محسوس نہیں ہوئی۔ خدانخواستہ ایسا ہوتا تو انتشار و افتراق کی بات ہوتی جس سے بڑا شدید نقصان ہوتا۔ ان کے جانشین کا متفقہ انتخاب اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ بیرونی عناصر کا مسئلہ نہیں بس شہزادے کے لاابالی پن، ذہنی آوارگی اور خاندانی یا شخصی جھگڑے کا شاخسانہ ممکن ہے۔ واللہ اعلم!

آپ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا کہ موجودہ شاہ کم گو، بہادر، صحیح مسلمان اور اپنے عظیم بھائی کے سچے جانشین ہیں۔

ان کا دل اسی طرح اہل اسلام کے لیے دھڑکتا

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

جو ہاتھ امن کو تہ و بالا کرنے کیلئے اٹھے اسے فوراً توڑ دیا جائے

اسلام میں قومی اموال کی حفاظت کو فریضہ قرار دیا گیا ہے اور اس کا ضیاع گناہِ عظیم ہے

یعنی سب سے بڑے افسر اور سربراہ کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کے آرام و آسائش اور ان کی تمام متعلقہ ضروریات کا خیال رکھے مگر کارکنوں کا بھی فریضہ ہے کہ وہ بھی اپنے فرائض کو ادا کریں ۔

تقریر :۔ حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم خلیفہ مجاز حضرت لاہوری رح
تحریر :۔ محمد عثمان غنی بی ۔ اے اسسٹنٹ

مورخہ ۵ مارچ ۱۹۷۵ء کو پاکستان سٹوڈنٹس فیکٹریز سنجوال کی سٹورز بلڈنگ کے افتتاح کے سلسلہ میں قرآن خوانی ہوئی اور دعا سے قبل مفسرِ قرآن حضرت مولانا الحاج قاضی محمد زاہد

خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا محترم بھائیو، عزیزو اور نے ملک کے اس عظیم دفاعی ادارے کے شعبہ سٹورز کے افتتاح کے موقعہ پر مجھے یاد فرمایا اس لیے میں اپنا فریضہ سمجھتا ہوں کہ اسی سلسلہ میں چند معروضات پیش کر دوں ۔

امن اور دفاع

حضرات ! اس میں کچھ شک نہیں کہ اسلام امن پسند دین ہے ۔ اسلام نے خداوندِ قدوس کا جو عقیدہ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہوئے دعوت دی کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ضروری ہے اس خداوندِ قدوس کو اسلام نے ربُّ العالمین کی صفتِ عالیہ میں پیش کیا ۔ اسلام نے یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ الرّحمٰن اور الرّحیم ہے ، اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ مہربان ہے ، ساری کائنات کو پالنے والا ہے ۔ اسی طرح اسلام نے سیّدِ دو عالم پیغمبرِ اسلام جناب محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم پر دنیا کو ایمان لانے کی دعوت دی اور یہ بتایا کہ حضورِ انور صلّی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں ، یعنی آپ نہ صرف عربوں کے لیے نہ صرف انسانوں کے لیے بلکہ ہر مخلوق کے لیے خواہ وہ جمادات میں سے ہو ، نباتات میں سے ہو غرضیکہ جس پر لفظِ شئی کا اطلاق ہو سکتا ہے اس کے لیے آپ رحمت اور شفقت کا مجسمہ ہیں ۔ اسی طرح اسلام کا عنوان خود امن اور سلامتی کا مظہر ہے ۔ مگر ان سب حقائق کے باوجود اسلام کی تعلیم یہ بھی ہے کہ جو ہاتھ اس امن کو تہ و بالا کرنے کے لیے اٹھے اسے فوراً توڑ دیا جائے کیونکہ اس دینِ رحمت کا سنبھالنا اور مفسدوں سے اس کو بچانا ، یہ بھی مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے ۔ ارشادِ قرآنی ہے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (الانفال ۶۰) ترجمہ یہ ہے : اور تیاری کرو ، تیار رکھو تم ان کے لئے جو بھی تمہاری استطاعت ہو طاقت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے تاکہ اس سے رعب پڑے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر — اس آیت میں دفاعی آلات اور ضروریات کی حد بندی یا تعداد نہیں بتائی گئی ۔ حالانکہ نمازیں پانچ فرمائیں ، زکوٰۃ اڑھائی فیصد سال میں ایک مرتبہ ، روزے سال میں ایک ماہ کے اور حج عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ ۔ مگر دفاع

کے لیے فرمایا جس قدر تم سے ہو سکے۔ یہ نہیں کہ دو پستول رکھو یا چار بندوقیں رکھو۔ بلکہ ارشاد فرمایا کہ ملک و ملت کی حفاظت کے لیے جس قدر بھی ہو سکے آہنی تحفظ کی صورت میں اُسے ہی آلات اور اسلحہ رکھو، اور یہ حکم امن کی حالت میں بھی دیا گیا ہے تاکہ تمہارا رعب تمہارے دشمنوں پر طاری رہے، دشمن کو یقین ہو کہ جس قوم پر وہ حملہ کا ارادہ کر رہا ہے وہ تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلام ہے۔ اس کی دفاعی طاقت اس قدر مضبوط ہے کہ کوہ و صحرا بھی اس کی ہیبت سے کانپتے ہیں۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنی قوتِ دفاع پر پوری توجہ نہیں دی۔ جس کے نتیجہ میں ہندو جیسی بنیا قوم بھی مسلمانوں کو آج آنکھیں دکھا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں طاقت عطا فرما دیں کہ اس سے اور ملت کے دوسرے دشمنوں سے انتقام لے سکیں۔

اسلام میں امانت کی اہمیت

چونکہ یہ بلڈنگ سٹور کی ہے جس کا معنیٰ ہے چیزوں کا جمع کرنا اور یہ جمع کرنا، جمع رکھنا اسی وقت ہو سکتا ہے کہ متعلقہ افراد میں امانت کا جذبہ عملی طور پر کار فرما ہو۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں۔ ارشاد فرمایا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ ط اور اس امانت کا احساس قومی اموال میں رکھا جانا ضروری ہے۔ اگر قومی مال کی ایک کیل بھی ملے تو اس کو بھی اپنی جگہ پہ پہنچا دیا جائے۔ یہ نہ سمجھے کہ یہ میری ہے یا یہ معمولی چیز ہے۔ اسلام میں قومی اموال کی حفاظت کو فریضہ قرار دیا گیا ہے اور اس کو ضائع کرنے کو گناہِ عظیم فرمایا گیا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں تھا جس کا نام کیرکرہ ہے۔ جب وہ مر گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو دوزخ کی آگ میں جل رہا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے تعجب کے ساتھ جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس نے مالِ غنیمت سے ایک عباء (لمبا کوٹ) چھپا لیا تھا۔ اسی جذبۂ امانت کے ساتھ ہر فرد کو اپنی اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا اسلامی تعلیمات کی رُو سے ضروری ہے اور یہ صراطِ مستقیم ہے۔

افسروں اور ماتحتوں کے فرائض

سارے مسلمان ایک جسم کی طرح تو ہیں مگر ہر عضو کا اپنا اپنا کام ہے جسکو ادا کرنا ضروری ہے۔ مثلاً آنکھ کا کام دیکھنا ہے۔ کان کا کام سننا ہے۔ پاؤں کا کام چلنا ہے۔ اگر آنکھ یہ کہے کہ میں تو آرام کرتی ہوں میری ڈیوٹی بھی کان ادا کرے تو یہ درست نہ ہوگا۔ اسی طرح ملت کے تمام افراد کو اپنے اپنے فرائض کا احساس اور اس کی ادائیگی پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ۔ یاد رکھو تم سب کے سب راعی (چرواہے) ہو۔ اور تم سب کے سب اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائیگا حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ارشاد میں فرمایا کہ عورت گھر کے مال اور خاوند کی اولاد کی نگہبان ہے۔ اس سے اس کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ اس ادارہ کے سید یعنی سب سے بڑے افسر اور سربراہ کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کے آرام و آسائش اور ان کے متعلقہ ضروریات کا خیال رکھے۔ مگر اسی کے ساتھ ساتھ کارکنوں کا بھی فریضہ ہے کہ وہ بھی اپنے فرائض کو ادا کریں۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مزدور کے ہاتھ چوم کر اس کو یہ شرف بخشا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی کس قدر قابلِ عزت اور قابلِ برکت ہے۔ مگر ساتھ ہی مزدوروں کو اُن کے فرائض سے بھی آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان سے بھی باز پرس ہوگی کہ متعلقہ کام پوری طرح سر انجام دیا کہ اس میں کمی روا رکھی؟

پاکستان اسلام کا گہوارہ ہے

آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ ہمارا یہ وطن عزیز چاروں طرف سے خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ یہودی، عیسائی اور دوسرے اسلام کے دشمن تمام عالم اسلامی کے عموماً اور پاکستان کے خصوصاً درپئے آزار ہیں۔ اُن کو علم ہے کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ اسلامی اقدار کی جس قدر حفاظت پاکستان میں ہے اتنی دوسرے ملک میں نہیں۔ بالفاظِ دیگر پاکستان اسلام کا گہوارہ ہے۔ اسی کے ساتھ پاکستان کی بہادر افواج نہ صرف پاکستان کی سرحدوں کی محافظ ہیں بلکہ تمام عالمِ اسلامی کی حفاظت کو اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے دشمنانِ اسلام اس وطنِ عزیز کے خلاف ہر قسم کی ریشہ دوانیوں میں سرگرم عمل ہیں۔ ان حالات میں ہم سب کا یہ فرض ہے کہ اس وطن عزیز کو امانت، دیانت کے ساتھ اس قدر مضبوط بنا دیں کہ کوئی بھی دشمن اس کی طرف آنکھ اٹھانے کی جرأت نہ کر سکے۔

درخواستِ دعا

● بندہ کی والدہ ماجدہ گزشتہ ماہ انتقال فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین کرام ان کی مغفرت و ترقی درجات کے لیے مخلصانہ دعا فرمائیں۔

(محمد خالد)

مشکلے دارم ......

پیغام صلح کی خدمت میں

محمد یوسف لدھیانوی

ہفت روزہ "پیغام صلح" لاہور نے ۲۱ صفر ۱۳۹۵ھ کی اشاعت میں جناب مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۳۴۶ - ۳۴۴ سے ایک طویل عبارت نقل کی ہے اور اس پر یہ عنوان قائم کیا ہے کہ "غیر نبی مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے مشرف ہو کر محدث کا نام پاتا ہے۔" مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

"پس نبوت کے عہد میں مصلحت ربانی کا یہی تقاضا تھا کہ جو غیر نبی ہے - اس کے الہامات نبی کی وحی کی طرح قلمبند نہ ہوں تا غیر نبی کا نبی کے کلام سے تداخل واقع نہ ہو جائے لیکن اس زمانہ کے بعد جس قدر اولیاء اور صاحب کمالات باطنیہ گزرے ہیں ان سب کے الہامات مشہور و متعارف ہیں کہ جو ہر ایک عصر میں قلمبند ہوتے چلے آئے ہیں - اس کی تصدیق کے لیے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات اور دوسرے اولیاء اللہ کی کتابیں دیکھنی چاہئیں کہ کس کثرت سے ان کے الہامات پائے جاتے ہیں بلکہ امام ربانی صاحب اپنے مکتوبات کی ثانی میں جو مکتوب پنجاہ و یکم ہے اس میں صاف لکھتے ہیں کہ غیر نبی بھی مکالمات و مخاطبات حضرت احدیت سے مشرف ہو جاتا ہے - اور ایسا شخص محدث کے نام سے موسوم ہوتا ہے - اور انبیاء کے مرتبہ سے اس کا مرتبہ قریب واقع ہوتا ہے۔" (پیغام صلح ۵ مارچ ۱۹۷۵ء)

پہلا سوال مرزا صاحب کی اس عبارت میں چند اشکالات ہیں - امید ہے "پیغام صلح" کے ارباب فکر اس کی طرف توجہ فرمائیں گے۔

مرزا صاحب کی اس عبارت پر پہلا اشکال یہ ہے کہ مرزا صاحب نے حضرت امام ربانی کا یہی حوالہ حقیقۃ الوحی میں بایں الفاظ نقل کیا ہے :-

"اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کیے جائیں وہ "نبی" کہلاتا ہے۔" (ص ۳۹۰)

مرزا صاحب کے نقل کردہ دونوں حوالوں میں تناقض ہے - سوال یہ ہے کہ ان میں سے کون سا صحیح ہے اور کون سا غلط ؟

دوسرا سوال مرزا صاحب نے اپنے جس دعوے کی تائید میں امام ربانی کا یہ حوالہ نقل کیا ہے وہ دعویٰ بھی دونوں کتابوں میں الگ الگ ہے - چنانچہ براہین میں ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اکابر اولیاء اللہ کو بکثرت الہام ہوتا ہے مگر وہ نبی نہیں ہوتے - اور حقیقۃ الوحی میں ان کا دعویٰ یہ ہے کہ :-

"ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں - بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ مجدد صاحب

کی منقولہ عبارت ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۳۹۰)

مرزا صاحب کے دونوں دعوے بیک وقت صحیح نہیں ہو سکتے۔ سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کونسا دعویٰ صحیح ہے؟ اور حضرت امام ربانی کا حوالہ کس دعویٰ کی دلیل بن سکتا ہے اور کس کی نہیں؟ سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک جگہ کثرتِ مکالمہ و مخاطبہ کا نام مرزا صاحب نبوّت رکھتے ہیں اور دوسری جگہ عدمِ نبوّت۔

تیسرا سوال

یہاں براہین کی عبارت میں تو مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ:

"صحیحین سے ثابت ہے کہ اس امّت میں بھی پہلی امتوں کی طرح محدّث پیدا ہوں گے۔ اور محدث وہ لوگ ہیں جن سے مکالمات و مخاطباتِ الٰہیہ ہوتے ہیں۔" (پیغامِ صلح ۵ مارچ ۶۵ء)

لیکن "ایک غلطی کا ازالہ" میں لکھتے ہیں:

"سو یاد رکھنا چاہیے کہ ان (بروزی) معنوں کی رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں ہے۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا ہے[۱]۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدّث رکھنا چاہیے۔ تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہارِ غیب نہیں۔" (ص۳)

براہین میں مرزا صاحب تصریح فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے والا محدّث کہلاتا ہے اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امّت کے ہمکلام ہونے والے لوگوں کے لیے یہی لقب تجویز فرمایا ہے لیکن "ایک غلطی" میں فرماتے ہیں کہ اس کو محدث کہنا غلط ہے۔ ان دونوں تصریحات میں سے کون سی صحیح ہے؟ اور یہ کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لغت سے واقف نہ تھے؟ جبکہ آپؐ کے مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہونے والوں کو محدّث فرمایا۔

چوتھا سوال

براہین کی مندرجہ بالا عبارت میں تصریح ہے کہ امتِ محمدیّہ میں صرف محدث آ سکتے ہیں نبی نہیں آ سکتے۔ اور ایک غلطی کے ازالہ میں فرماتے ہیں:

"یہ ضرور یاد رکھو اس امّت کے لیے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رُو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے ۔۔۔۔ لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علومِ غیب کا دروازہ بند کرتا ہے۔ جب کہ آیت لا یظھر علیٰ غیبہٖ احداً الّا من ارتضیٰ من رسول سے ظاہر ہے۔" (ص۵ حاشیہ)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت میں نبی اور صدیق سب آئیں گے جو پہلی امتوں میں آتے رہے۔ ان دونوں میں سے مرزا صاحب کا کون سا مؤقف صحیح ہے؟

پانچواں سوال

براہین کی عبارت میں مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ "امّتِ محمدیہ میں محدثیت (کثرتِ مکالمہ و مخاطبہ) کا منصب اس قدر بکثرت ثابت ہوتا ہے جس سے انکار کرنا بڑے غافل اور بے خبر کا کام ہے۔"

اور حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں کہ "ان کے سوا تیرہ سو برس میں کسی شخص کو یہ نعمت عطا نہیں کی گئی چنانچہ لکھا ہے کہ:

"جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امورِ غیبیہ مجھ پر ظاہر فرماتے ہیں۔ تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو یہ نعمت آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا

---

[۱] صحیح مسلم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا ذکر ہے اور وہ بروزی معنیٰ کے لحاظ سے نبی نہیں۔ بلکہ انہیں حقیقی معنیٰ کے لحاظ سے نبی کہا گیا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل وہ نبوت سے سرفراز ہو چکے تھے۔ آپؐ کی آمد کے بعد ان کی شریعت کا دَور ختم ہو گیا مگر وہ نبوت سے معزول نہیں ہو گئے۔ نبوت تو ایک دائمی وصف ہے۔

نہیں کی گئی - اگر کوئی منکر ہو تو بارِ ثبوت اس
کی گردن پر ہے۔
غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امورِ غیبیہ میں
اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص
ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال
اور اقطاب اس امت میں سے گزرے ہیں
ان کو یہ حصۂ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا۔
پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے
مَیں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ
اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرتِ وحی اور
کثرتِ امورِ غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط
ان میں پائی نہیں جاتی"۔ (حقیقۃ الوحی صہ ۳۹۱)

گویا حقیقۃ الوحی کی عبارت میں مرزا صاحب نے اپنے سوا پوری امت سے کثرت مکالمہ و مخاطبہ کا انکار کر دیا۔ جس کو براہین میں "بڑے غافل اور بے خبر کا کام" کہتے تھے۔ وضاحت طلب امر یہ ہے کہ براہین کے زمانہ میں وہ "بڑے غافل اور بے خبر" تھے یا حقیقۃ الوحی کے زمانہ میں؟

چھٹا سوال

اولیاء اللہ کے کشف و الہام کا انکار نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ غیر نبی کا الہام نفس و شیطان کی آمیزش سے معصوم ہے یا نہیں؟

اگر کہو کہ معصوم ہوتا ہے تو مرزا صاحب کو تو اپنے معصوم ہونے سے انکار ہے۔ چنانچہ کرامات الصادقین صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں:

"افسوس ہے کہ بٹالوی صاحب نے یہ نہ سمجھا
کہ نہ مجھے اور نہ کسی اور انسان کو بعد انبیاء
علیہم السلام کے معصوم ہونے کا دعویٰ ہے۔"

اور اگر معصوم نہیں تو اس پر ایمان لانا، اس کی اتباع کی دعوت دینا، اس کا انکار کرنے والوں کو کافر اور مشرک کہنا اور اس کی بنیاد پر عقائد تبدیل کرنا کیونکر جائز ہوگا؟ یہ کس شریعت کا مسئلہ ہے کہ غیر معصوم کی "وحی" پر بھی ایمان لاؤ۔ جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"مَیں خدا تعالیٰ کی تئیس برس کی متواتر وحی کو
کیونکر رد کر سکتا ہوں۔ مَیں اس پاک وحی پر
ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام
خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے
پہلے ہو چکی ہیں"۔ (حقیقۃ الوحی صفہ ۱۵۰)

قرآن کی کس آیت میں کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب کی وحی پر بھی "ایمان" لاؤ جس طرح کہ پہلے انبیاء کرام کی "وحی" پر ایمان لائے ہو۔

اور کس شریعت کا فتویٰ ہے کہ غیر معصوم کے الہام کو دلیل بنا کر پہلے عقیدے تبدیل کر دو۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"اوائل میں میرا عقیدہ یہی تھا کہ مجھ کو مسیح
بن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور
خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر
کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا
تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔
مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح
میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدے
پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا
خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ
ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"۔
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹-۱۵۰)

مرزا صاحب کی اس عبارت سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

اول یہ کہ انہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام پر فضیلتِ کُلّی حاصل ہے۔

دوم یہ کہ اوائل میں ان کا یہ عقیدہ نہیں تھا۔

سوم یہ کہ انہوں نے یہ عقیدہ محض اس وجہ سے تبدیل کیا کہ ان کی "وحی" نے انہیں صریح طور پر "نبی کا خطاب" دیا۔

کیا کسی غیر معصوم کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر اسے کسی نبی سے افضل ہونے کا "الہام" ہو جائے تو اس کو شیطانی الہام سمجھنے کے بجائے اس پر اپنا عقیدہ جما لے؟

حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

"یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ"

میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح بن مریمؑ آسمان سے نازل ہوگا مگر بعد میں نے یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسولؐ نے دی تھی۔ مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے۔ اس لیے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل نہ کرنا چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اس کے اس بارے میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے"

(صفحہ ۱۴۸ - ۱۴۹)

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا عقیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متواتر احادیث میں بیان فرمایا ہے اور صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک کی کل امت نسلاً بعد نسلٍ اس کی قائل چلی آتی ہے۔ براہین احمدیہ کے زمانہ میں مرزا صاحب کا اعتقاد بھی عام مسلمانوں کے مطابق تھا۔ مگر بعد میں ان پر وحی نازل ہوئی کہ مسیح جو آنے والا تھا تو ہی ہے۔ انہوں نے اس وحی کی وجہ سے نہ صرف اپنا سابقہ عقیدہ تبدیل کر لیا بلکہ پوری دنیا کو اس کی دعوت دینا بھی شروع کر دی۔

سوال یہ ہے کہ آخر کس کتاب میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ غیر معصوم کی "وحی" پر یقین کرکے اسلام کے متواتر عقیدے کو تبدیل کر دیا جائے؟ پھر کس کتاب میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی غیر معصوم کو الہام ہو جائے تو "مسیح بن مریمؑ" ہے تو وہ شد و مد کے ساتھ اس کی دعوت دینا بھی شروع کر دے۔؟

مرزا صاحب کے تمام دعوؤں کی بنیاد ان کا "الہام" ہے۔ ایک لمحہ کے لیے لمحہ کے لیے فرض کرو کہ انہیں "الہام" ہوتا تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ ان کا الہام صحیح تھا؟ مرزا صاحب کی تصریح اوپر نقل کر چکا ہوں کہ وہ معصوم نہیں تھے اب غیر معصوم کے الہام کو حجت بنا کہ یہ دعویٰ کرنا کیسے صحیح ہوگا کہ :-

"میں محمد رسول اللہ ہوں"۔

"میں مسیح بن مریم ہوں"۔

"میں آخری زمانہ کا نور ہوں"۔

"میری اتباع میں نجات ہے"۔

"مجھ پر ایمان لانا فرض ہے"۔

"میرے منکر جہنمی اور کافر ہیں"۔

میں یہ ہوں اور میں وہ ہوں۔

اس قسم کے غیر معصوم الہامات سے بہت سے بندگانِ خدا کو راستے سے ہٹایا ہے، بہت سے لوگوں نے اسی "الہام" کی بناء پر مسیحیت اور مہدویت کے دعوے کئے۔ باب اور ظہور و بروز کے نغمے سنائے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس قسم الہامات کو قطعی قرار دے کر ان پر ایمان لانا فرض قرار دیا جائے تو ہر نیا دن ایک نئے ملہم کو لے کر طلوع ہوگا اور ہر رات ایک نئے "مسیح بن مریم" کو جنم دے گی۔

"پیغام صلح" کا یہ موقف کتنا عجیب و غریب ہے کہ وہ ایک طرف مرزا صاحب کو غیر نبی اور غیر معصوم بھی سمجھتا ہے اور دوسری طرف ان کے "الہام" پر ایمان لانا، اس کی تصدیق کرنا اور اس کی دعوت دینا بھی اپنا اولین فرض سمجھتا ہے۔ کیا اس مشکل کا کوئی حل پیغام صلح پیش کر سکتا ہے؟

ساتواں سوال

اور اگر یہ بھی فرض کر لیں کہ مرزا صاحب کا "الہام" صحیح تھا تب بھی اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ انہوں نے اپنے الہام کا جو مطلب سمجھا وہ بھی صحیح تھا؟ میں سینکڑوں مثالیں پیش کر سکتا ہوں کہ مرزا صاحب اپنے "الہام" کا مطلب سمجھنے سے مدتوں قاصر رہے۔ اور سب کو چھوڑ دو۔ مرزا صاحب کا یہی "الہام" کہ

(باقی ص ۱۸ پر)

أُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ

شانِ اصحابِ رسول ؐ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت مجدّد الف ثانی رح کے مکتوبات کی روشنی میں

پروفیسر حافظ عبد المجید ، چکوال

امام مالک رح کا فتویٰ

اسی مکتوب میں فرماتے ہیں :-

"اور امام مالک رح جو تابعین میں سے ہیں اور اپنے دور میں مدینہ منورہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ ان کا فتویٰ ہے کہ حضرت معاویہ رض اور ان کے رفیق عمرو بن العاص کو گالی دینے والا واجب القتل ہے۔ امام مالک رح نے حضرت معاویہ رض کی گالی کو حضرت ابوبکر رض، حضرت عمر رض اور حضرت عثمان رض کی گالی کے حکم میں قرار دیا ہے۔ (یعنی ان کے نزدیک ان دونوں جرموں کی سزا قتل ہے) پس یہ معاملہ تنہا حضرت معاویہ رض کا نہیں ہے۔ تقریباً نصف صحابہ کرام رض ان کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ پس اگر حضرت علی رض سے جنگ کرنے والوں کو کافر یا فاسق کہا جائے تو آدھے دین سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ جو ان ہی کی نقل و روایت سے ہم تک پہنچا ہے۔ اور اس انجام سے کوئی ایسا زندیق اور ملحد ہی راضی ہو سکتا ہے جس کا مقصد دین کو برباد کرنا ہو۔"

امام غزالی رح اور علامہ ابن حجر کا قول

اسی مکتوب میں فرماتے ہیں :-

"امام غزالی رح نے تصریح کی ہے کہ حضرت معاویہ رض کی وہ جنگ خلافت کے بارے میں نہیں تھی۔ بلکہ اس کا تعلق بھی حضرت عثمان رض کے قصاص ہی سے تھا۔ اور شیخ ابن حجر رح نے بھی اس کو اہل سنت کے عقائد میں شمار کیا ہے۔" (مکتوبات دفتر اول مکتوب ۲۵۱)

مسلکِ اعتدال

اسی مکتوب میں فرماتے ہیں :-

"اے بھائی ! اس بارے میں سلامتی کی راہ اور نجات کا راستہ یہی ہے کہ صحابہ کرام رض کے باہمی اختلافات اور جنگوں کے متعلق خاموشی اختیار کی جائے اور زبان کھولی ہی نہ جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِیَّاکُمْ وَمَا شَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِیْ یعنی میرے صحابہ رض میں جو جھگڑے ہوں تم ان سے الگ رہو۔

نیز آپ ؐ نے فرمایا :-

اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ مِنْ بَعْدِیْ غَرَضًا۔ یعنی میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ اور اس کا خوف کرو۔ اور ان کو اپنی بدگوئی کا نشانہ نہ بناؤ۔" (مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱)

اویس قرنی رح اور حضرت معاویہ رض میں سے کون افضل ہے؟

ایک اور مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

"اور صحبت نبوی ؐ کی فضیلت تمام دوسرے فضائل و کمالات سے اعلیٰ و بالا ہے اور اسی واسطے وہ اویس قرنی رح جو بلاشبہ تابعین میں افضل ترین ہیں کسی ادنےٰ صحابی کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکے۔ پس کسی چیز کو بھی صحابیت کی فضیلت کے ہم پلّہ نہ ٹھہراؤ۔ کیونکہ ان کا ایمان تو صحبتِ نبوی ؐ کی برکت اور نزولِ وحی کے مشاہدہ کی وجہ سے شہودی ہو گیا ہے۔

(مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۵۹)

عمر بن عبد العزیز اور حضرت معاویہ رض میں سے کون افضل ہے

ایک اور مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے سوال کیا گیا کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ میں سے کون افضل ہے؟ ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کرتے ہوئے معاویہؓ جس گھوڑے پر سوار ہوئے اس کی ناک میں جو غبار پہنچا وہ غبار بھی عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب ۵۸)

صحبتِ نبوی کی فضیلت اور حضرت معاویہؓ

ایک اور مکتوب میں مجددؒ فرماتے ہیں:

"صحبت کے برابر کسی چیز کو بھی نہ ٹھہراؤ۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابِ کرام صحبت ہی کی وجہ سے انبیاء کے علاوہ سب پر فضیلت لے گئے اور اویس قرنی اور عمر بن عبدالعزیز جیسے جلیل القدر حضرات سے بھی افضل ٹھہرے۔ حتیٰ کہ صحبت نبوی ہی کی برکت سے امیر معاویہؓ کی غلط رائے اور حضرت عمروؓ بن العاص کی بھول چوک، اویس قرنیؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کی صوابدید اور صحیح رائے سے افضل قرار پائی کیونکہ ان بزرگوں کا ایمان، شرفِ صحبت و دیدارِ حضرت رسالت اور معائنہ وحی و ملائک اور مشاہدہ معجزات و خوارق کی وجہ سے شہودی ہو گیا اور بعد والوں نے جس کو صرف سنا اس کو انہوں نے گویا اپنی آنکھوں سے دیکھا اور بھلا دوسروں کو یہ چیزیں جو تمام فضائل و کمالات کی اصل ہیں کہاں نصیب ہوتیں۔"

(مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۱۲۰)

چھوٹا منہ بڑی بات

ایک اور مکتوب میں مجددؒ فرماتے ہیں:-

"حضرت علیؓ کے ساتھ لڑائی کرنے والے مسلمان ایک جمِ غفیر ہیں جو سب کے سب اصحابِ کبار ہیں۔ جن میں بعض کو (نام لے کر) جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ان کو کافر اور برا کہنا آسان نہیں۔ کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ (چھوٹا منہ بڑی بات) قریباً نصف دین اور شریعت ان ہی کے ذریعہ پہنچی ہے۔ اگر وہ مطعون ہوئے تو نصف دین سے اعتماد مٹ جاتا ہے۔ یہ بزرگوار کسی طرح قابل طعن نہیں ہو سکتے ہیں جب کہ ان میں سے کسی کی روایت کو کسی امیر اور وزیر نے رد نہیں کیا۔" (صحیح بخاری) میں حضرت امیر کے دوستوں کی بھی روایتیں ہیں اور مخالفوں کی بھی۔ اور مدافعت اور مخالفت کے باعث کسی کو راجح اور مرجوع نہیں جانا۔ جس طرح حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں اسی طرح حضرت معاویہؓ سے۔ اگر حضرت معاویہؓ اور ان کی روایت میں کسی کا طعن ہوتا تو ان کی روایت ہرگز اپنی کتاب میں درج نہ کرتے۔" (مکتوبات دفتر دوم۔ مکتوب نمبر ۳۶)

ایک عجیب و غریب خواب

حضرت مجددؒ کے ایک خلیفہ ہیں علامہ بدرالدینؒ۔ انہوں نے اپنی کتاب حضرات القدس کی جلد دوم میں لکھا ہے:-

"ایک سید صاحب نے بیان کیا ہے کہ مجھے ان لوگوں سے جو حضرت علیؓ سے لڑے تھے۔ خصوصاً حضرت معاویہؓ سے نفرت تھی۔ ایک رات حضرت مجددؒ کے مکتوبات قدسی آیات کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اس میں آپ کی یہ تحریر نظر آئی کہ امام مالکؒ کے نزدیک حضرت معاویہؓ کو برا کہنا حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو برا کہنے کے برابر ہے۔ میں اس نقل کو دیکھتے ہی آپ سے آزردہ ہو گیا اور آپ کے مکتوبات کو زمین پر ڈال دیا۔ اور سو رہا۔ خواب میں دیکھا کہ آپ غصہ کی حالت میں تشریف لائے ہیں اور میرے دونوں کان پکڑ کر فرما رہے ہیں اے طفل نادان ہماری تحریر پر اعتراض کرتا ہے اور ہمارے کلام کو زمین پر ڈال دیا۔ اگر میری اس تحریر کا تجھے اعتبار نہیں ہے تو میں تجھ کو حضرت علیؓ کے پاس لے چلتا ہوں۔ آپ اسی طرح کشاں کشاں مجھے ایک باغ میں لے گئے۔ وہاں ایک عمارت عالیشان تھی۔ ایک بزرگ اس میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے ان بزرگ کے سامنے تواضع فرمائی اور وہ بشاشت کے ساتھ آپ کو ملے اس کے بعد مجھ سے فرمایا۔ کہ اس وقت حضرت امیرؓ تشریف فرما ہیں سنو کیا فرماتے ہیں۔ میں نے سلام کیا۔

حضرت امیرؒ نے فرمایا کہ خبردار، ہزار بار خبردار! اصحابِ سید ابرارؐ کے ساتھ ہرگز کدورت نہ رکھو اور ان کے عیوب بھی مت بیان کرو۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں اور ہمارے بھائی کہ کون سی حقانی نیتوں نے ہم میں اور ان میں جھگڑا ڈالا ہے۔ پھر حضرت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کے کلام کا بھی انکار نہ کرو۔

راوی کہتا ہے کہ باوجود اس نصیحت کے میرا دل کدورت سے پاک نہ ہوا تھا۔ حضرت امیرؒ نے آپ کو حکم دیا کہ بہت زور سے ایک تھپڑ میری گدی پر ماریں۔ اس وقت میں نے اپنے دل کو اس کدورت سے صاف پایا اور آپ کے اور آپ کے کلام کی نسبت اعتقاد کامل حاصل ہوا۔"

(حضرات القدس جلد دوم ص ۱۴۱)

خلاصہ

اس پورے مضمون کے مندرجات کو مختصراً اس طرح درج کیا جا سکتا ہے:

۱۔ حضرت معاویہؓ مومن، مسلم اور صحابیٔ رسولؐ تھے۔ کاتبِ وحی تھے۔

۲۔ حضرت معاویہؓ کا حضرت علیؓ سے اختلاف دمِ عثمانؓ میں تھا نہ کہ خلافت میں۔

۳۔ حضرت معاویہؓ امام عادل تھے۔ خالق و مخلوق کے حقوق پورا کرنے والے تھے۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کے حق میں دعائیں کیں۔

۵۔ امام مالکؒ کے نزدیک حضرت معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کو برا کہنے والا خلفائے ثلاثہؓ کو گالی دینے والے کی طرح واجب القتل ہے۔

۶۔ حضرت غوث الاعظمؒ حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کے سم کے غبار کو اپنے لیے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔

۷۔ عبداللہ بن مبارکؒ کے نزدیک جہاد کرتے وقت حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار پڑا اس کا درجہ عمر بن عبدالعزیزؒ سے بلند ہے۔

۸۔ اویس قرنیؒ افضل ترین تابعی ہیں لیکن حضرت معاویہؓ ان سے بھی افضل ہیں۔

۹۔ مسلک اعتدال یہ ہے کہ صحابہؓ کے اختلافات کے سلسلہ میں کسی صحابیؓ کو مطعون نہ کیا جائے۔ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔

بقیہ: مشکلے دارم ۔۔۔

"تو عیسیٰ بن مریم ہے"۔ انہوں نے بارہ سال تک اس کا مطلب نہیں سمجھا تھا، باوجودیکہ بارش کی طرح ان پر وحی نازل ہو رہی تھی اور وہ بار بار ان کو آگاہ کر رہی تھی۔ مگر صریح اور روشن وحی کا مطلب وہ بارہ سال تک نہیں سمجھے۔ (دیکھئے اعجاز احمدی)

اب جو شخص کہ اپنے "الہام" میں بھی معصوم نہ ہو اور الہام کے سمجھنے میں بھی لائق اعتماد نہ ہو اس پر ایمان لانے کی دعوت دینا کتنی بے جا بات ہے۔

ایک طرف قرآن کریم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متواتر ارشادات ہیں، صحابہ کرامؓ سے لے کر چودہ سو سال کی امت کا اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہی وہ "مسیح" ہیں جن کو آسمان سے نازل ہونا ہے اور دوسری طرف مرزا صاحب کا غیر معصوم "الہام" اور اس کی غیر معصوم تفہیم ہے کہ مرزا صاحب ہی "مسیح موعود" ہیں — انصاف کیجئے کہ کیا وہ ایک مسلمان کے لیے لائق اعتبار ہو سکتا ہے؟

پھر ایک طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ علامات و صفات اور ان کے وہ کارنامے ہیں جن کو وہ آسمان سے نازل ہونے کے بعد انجام دیں گے اور دوسری طرف جناب مرزا صاحب کے دعوے ہی دعوے ہیں جن کا ثبوت آج ایک صدی کے بعد بھی کوئی شخص نہیں دے سکتا۔ انصاف فرمائیے کہ ایک مسلمان مرزا صاحب کو کس طرح سے "مسیح موعود" مان لے؟

کیا لاہوری احباب ان معروضات پر سنجیدگی سے غور کریں گے؟

حق تعالیٰ شانہٗ ہم سب کو صراط مستقیم کی ہدایت فرمائے۔ آمین

بنات الاسلام — خواتین کا صفحہ

حضرت اُمّ المومنین
عائشہ صدیقہ رضہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا

تحریر: بیگم فخر النساء انور، لاہور

عائشہؓ نام۔ صدیقہ لقب۔ ام عبداللہ کنیت ـــ یہ کنیت آپ نے اپنے جلیل القدر بھانجے عبداللہ بن زبیر کے نام کی نسبت سے اختیار کی تھی۔ حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول اور سب سے افضل صحابی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی چہیتی بیٹی تھیں۔ ان کی والدہ کا نام ام رومان بنتِ عامر تھا۔

حضرت عائشہؓ بعثتِ نبوی کے چار سال بعد ماہِ شوال میں پیدا ہوئی تھیں۔ ان کا بچپن صدیق اکبرؓ جیسے جلیل القدر باپ کے زیر سایہ بسر ہوا۔ وہ بچپن ہی سے بے حد ذہین اور ہوشمند تھیں۔ اپنے بچپنے کی تمام باتیں انہیں یاد تھیں۔ کسی دوسرے صحابی یا صحابیہ کی یادداشت اتنی اچھی نہ تھی جتنی کہ حضرت عائشہؓ کی تھی۔

ایک دفعہ بچپن میں حضرت عائشہؓ گڑیوں سے کھیل رہی تھیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پاس سے گزرے۔ عائشہؓ کی گڑیوں میں ایک پردار گھوڑا بھی تھا آپ نے فرمایا۔ عائشہؓ یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا۔ گھوڑا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گھوڑے کے پر تو نہیں ہوتے۔ انہوں نے فوراً جواب دیا۔ یا رسول اللہ! حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کے تو پر تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر مسکرا اُٹھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لیے آپ کو نکاح کی ضرورت تھی۔ ایک مرتبہ خولہ بنت حکیم نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نکاح کیوں نہیں کر لیتے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کس سے کریں۔ انہوں نے عرض کیا۔ کنواری اور بیوہ ہر قسم کی عورتیں موجود ہیں۔ اگر آپ کنواری سے کرنا چاہیں تو آپ کے عزیز دوست ابوبکرؓ کی بیٹی موجود ہے۔ اور اگر بیوہ سے کرنا چاہیں تو زمعہ کی بیٹی سودہؓ موجود ہے جو آپ کی تمام باتوں کو مان چکی ہے اور آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان لا چکی ہے۔ دونوں موقعے نہایت مناسب تھے۔ آپ نے فرمایا۔ دونوں جگہ ذکر کرو۔

خولہؓ ایک نہایت ہی سمجھدار اور عاقلہ عورت تھیں۔ پہلے ابوبکر صدیقؓ کے مکان پر گئیں اور نہایت خوبی سے اپنا مدعا ظاہر کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ بولے بھائی تھے۔ تعجب سے پوچھا کیا بھائی کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے؟ خولہؓ نے حضورؐ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ "ابوبکرؓ میرے دینی بھائی ہیں اور ایسے بھائی کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے۔ جناب صدیق اکبرؓ کے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی کون سی بات ہو سکتی تھی کہ ان کی بٹیا سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئے۔ فوراً راضی ہو گئے۔ چنانچہ چھ سال کی عمر میں حضرت عائشہؓ ہجرت سے تین سال قبل ماہِ شوال میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ گئیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے خود نکاح پڑھایا۔ اور پانچ سو درہم حق مہر مقرر ہوا۔

اہل عرب میں ماہ شوال منحوس سمجھا جاتا تھا۔ لیکن جب حضرت عائشہؓ کا نکاح ماہ شوال میں ہوا تو ماہِ شوال کی نحوست کا وہم لوگوں کے دلوں سے دور ہوا۔ حضرت عائشہؓ سے نکاح کی بشارت حضورؐ کو خواب میں ہو چکی تھی۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص ریشم میں لپٹی ہوئی کوئی چیز آپ کو دیتا ہے اور کہتا ہے "یہ تیری ہے"۔ آپ نے کھولا تو حضرت عائشہؓ ہیں۔

حضرت عائشہؓ کا نکاح کم عمری میں اور انتہائی سادگی سے ہوا۔ وہ فرماتی ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ سے نکاح ہوا تو میں اپنی ہجولیوں کے

ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ مجھے اس نکاح کا حال تک معلوم نہ ہؤا۔ تا آنکہ میری والدہ نے مجھے گھر سے نکلنے سے منع کر دیا۔ یہ زمانہ عائشہ رضؓ کی ایسی بے خبری کا تھا کہ انہیں یہ بھی معلوم نہ ہؤا کہ وہ دنیا کی سب سے بڑی برکت اور عزت جو کسی عورت کو مل سکتی ہے مجھ کو حاصل ہوئی۔ اسی کم عمری کی وجہ سے رخصتی ابھی ملتوی رہی۔

حضرت عائشہ رضؓ سے نکاح کے تین سال بعد نبی اکرمؐ نے ابوبکر صدیق رضؓ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ مدینہ پہنچ کر سرورِ کائناتؐ اور ابوبکر صدیق رضؓ نے زید بن حارثہؓ اور ابو رافع کو اپنے اہل و عیال لانے کے لیے مکہ بھیجا۔ انہیں کے ہمراہ ابوبکر رضؓ کے بیٹے عبداللہ رضؓ کو بھی بھیجا کہ وہ اپنی والدہ ام رمانؓ، بھائی عبدالرحمٰن اور اپنی بہنوں عائشہ اور اسماء کو لے آئیں۔ مدینہ پہنچ کر حضرت عائشہ رضؓ محلہ بنو حارث میں اپنے والد محترم کے گھر اتریں۔ مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے سات مہینے بعد جبکہ حضرت عائشہ رضؓ کی عمر نو سال تھی شوال کے مہینے میں حضرت عائشہ رضؓ کو رخصت کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضورؐ کی بابرکت محبت میں اس اتفاق و اتحاد سے حضرت عائشہ رضؓ کی عمر گذری کہ آپ کے حالات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہو گئے۔ رخصتی کے بعد سب سے اہم واقعہ جو حضرت عائشہ رضؓ کو پیش آیا وہ جنگِ احد میں ان کی شرکت تھی۔ میدانِ جنگ میں وہ امِ سلیمؓ کے ہمراہ زخمیوں کو دوڑ دوڑ کر پانی پلاتی تھیں۔ جب حضورؐ کی شہادت کی خبر اُڑی تو مدینہ سے حضرت عائشہ رضؓ حضرت صفیہ رضؓ، حضرت فاطمہ رضؓ اور دوسری خواتینِ اسلام میدانِ جنگ کی طرف لپکیں۔ وہاں پہنچ کر حضورؐ کو سلامت دیکھ کر سجدہ شکر بجا لائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی زندگی کے چار واقعات بے حد اہم ہیں:

۱۔ غزوۂ مصطلق کے سفر میں جبکہ حضرت عائشہ رضؓ حضورؐ کے ہمراہ تھیں راستے میں ایک جگہ رات کو قافلے نے قیام کیا۔ حضرت عائشہ رضؓ رفع حاجت کے لیے پڑاؤ سے دور نکل گئیں۔ وہاں اُن کے گلے کا ہار جو اپنی بہن اسماءؓ سے مانگ کر لائی تھیں کھو گیا۔ واپسی پر پتہ چلا تو بہت مضطرب ہوئیں پھر اسی سمت واپس لوٹیں۔ خیال کیا کہ قافلے کے چلنے سے پہلے ہار ڈھونڈ کر لے آؤں گی۔ جب ہار ڈھونڈ کر واپس آئیں تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ بہت گھبرائیں۔ کم عمری تھی، چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ گئیں حضرت صفوان بن معطلؓ کسی کام کے سلسلے میں قافلے سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضؓ کو پہچان لیا۔ ان سے پیچھے رہ جانے کا سبب پوچھا۔ واقعہ معلوم ہؤا تو انہیں اونٹ پر بٹھا کر قافلے کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور دوپہر کے وقت قافلے میں جا ملے۔ مشہور منافق عبداللہ بن ابی کو جب پتہ چلا تو اس نے مشہور کر دیا کہ وہ اب باعصمت نہیں رہیں۔ چند سادہ لوح مسلمان بھی اس اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ اس پر حضورؐ کو بھی تشویش ہوئی حضرت عائشہ رضؓ اس ناحق بدنامی کی وجہ سے بیمار پڑ گئیں۔ اس وقت غیرتِ خداوندی جوش میں آئی اور آیتِ برأت نازل ہوئی۔ جس سے دشمنوں کے منہ سیاہ ہوئے اور لوگوں کی غلط فہمی بھی دور ہو گئی اور حضرت عائشہ رضؓ کا سر فخر سے بلند ہو گیا اور فرمایا میں اپنے اللہ کی شکر گزاری ہوں اور کسی کی ممنون نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہد کو بہت پسند کرتے تھے۔ آپؐ عصر کی نماز کے بعد اپنی ازواجِ مطہرات کے کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس کچھ دیر ہو گئی۔ جناب عائشہ صدیقہ رضؓ کو رشک ہؤا۔ انہوں نے تجسس کیا تو پتہ چلا کہ حضرت زینب رضؓ کے ہاں شہد کھایا ہے جو کسی نے تحفہ کے طور پر بھیجا تھا۔ حضرت عائشہ رضؓ نے حضرت حفصہ رضؓ کو سکھا دیا کہ جب حضورؐ ان کے ہاں تشریف لے کر جائیں تو انہیں کہہ دیں کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ نے مغافیر کھایا ہے۔ یہ ایک لطیف اشارہ تھا۔ مغافیر ایک قسم کا پھول ہوتا ہے جسے شہد کی مکھی چوستی ہے اور اس میں ذرا ناخوشگوار سی بُو ہوتی ہے جبکہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو بُو سے سخت نفرت تھی۔ مقصد صرف یہ تھا کہ حضورؐ نے حضرت زینب رضؓ کے ہاں جو شہد کھایا ہے اس کی وجہ سے مغافیر کی بو دہن مبارک سے آتی ہے۔

چنانچہ حضرت حفصہؓ نے ویسے ہی کہہ دیا۔ حضورؐ نے اسے سخت ناپسند فرمایا۔ اور کہا کہ آئندہ میں کبھی شہد نہ کھاؤں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے :

"یعنی اے نبیؐ! تم اپنی بیویوں کی رضامندی کے لیے اس چیز کو اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو۔ جو خدا نے حلال کی ہے۔"

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ کے لیے غلہ اور کھجور کی جو مقدار مقرر تھی وہ ان کی ضروریات کے لیے کافی نہ تھی اور وہ تنگدست رہتی تھیں جب مالِ غنیمت اور سالانہ محاصل میں اضافہ ہونا شروع ہوا تو انہوں نے اپنے مقرر کردہ گزارہ میں اضافہ کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ کو اور حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ کو اس مطالبہ سے باز رکھا۔ لیکن دوسری ازواج مطہرات اس مطالبہ پر قائم رہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق آپ نے سب بیبیوں کو یہ حکم سنایا کہ اگر دنیاوی مال و متاع اور عیش و آرام کی ضرورت ہے تو میں تم کو اچھی طرح رخصت کر دیتا ہوں اور اگر خدا و رسولؐ کی مرضی اور آخرت کی رضا چاہتی ہو تو نکاح میں رہو۔

سب سے پہلے یہ حکم آپؐ نے حضرت عائشہ رضؓ کو سنایا مگر ان کی کم عمری اور ناتجربہ کاری کے اندیشہ سے فرمایا کہ والدین سے مشورہ کر کے جواب دینا لیکن کمال ہے حضرت عائشہؓ کا انہوں نے نہایت سمجھداری سے جواب دیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں والدین کے مشورہ کی کیا ضرورت ہے؟ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کو اور آخرت کو پسند کرتی ہوں اور آپؐ کے سے محسن رفیقِ حیات کا دامن ہرگز نہیں چھوڑنا چاہتی چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

اگرچہ مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بھی کئی عورتوں سے شادی کی مگر جو محبت اور الفت حضرت عائشہ رضؓ سے تھی وہ کسی سے نہ تھی۔ ظاہری مراسم اور خوش معاملگی میں آپ سب بیبیوں سے برابر پیش آتے تھے۔ اور اکثر دعا کیا کرتے تھے۔ اے باری تعالیٰ! یوں تو میں سب بیبیوں سے برابر کا سلوک کرتا ہوں مگر دل میرے بس میں نہیں وہ عائشہؓ کو زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ یا اللہ اسے معاف کرنا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضؓ سے نہایت الفت و محبت تھی اسی طرح حضرت عائشہ رضؓ کے دل و جان میں بھی آپ کی محبت اثر کیے ہوئے تھی۔ جہاں تک ہو سکتا تھا وہ آپ کو راحت اور آرام پہنچانے کی فکر میں رہتی تھیں۔

جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور
میں
مولانا چنیوٹی کا خطاب

جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے راہنما حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی سعودی عرب، بحرین، دوبئی، ابوظہبی اور شارجہ کے دورہ سے واپس تشریف لا چکے ہیں۔

آپ ۱۰ اپریل بروز جمعرات مجلس ذکر کے بعد جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور میں اپنے دورہ کے تاثرات بیان کریں گے۔



دعا کی درخواست

مولانا محمد رمضان علوی (بھیروی) ناظم جمعیۃ علماء اسلام ضلع راولپنڈی کی خوشدامن صاحبہ بعمر ۶۷ سال پچھلے دنوں بھیرہ ضلع سرگودھا میں انتقال فرما گئیں مرحومہ صوم و صلوٰۃ کی پابند اور مشرقی روایات کی حامل خاتون تھیں حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل تھی احباب و بزرگوں سے دعا کی درخواست ہے۔ (حاجی بشیر احمد)

اسلامی نظام کے نفاذ کیلیے طلبہ برادری کو متحد ہو کر جدوجہد کرنی چاہیے

جمعیۃ طلبہ اسلام کے رہنما متین چوھدری سے ایک ملاقات

طلبہ کسی بھی معاشرے میں بڑی اہمیت کے مالک ہوتے ہیں کیونکہ قوم انہیں اپنا عزیز سرمایہ اور مستقبل کا امین سمجھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت کے معاملہ میں خونِ جگر کی قربانی سے بھی قوم دریغ نہیں کرتی۔

لیکن بدقسمتی سے پاکستان میں اس عظیم سرمایہ سے متعلق جس طرح کا طرزِ عمل اختیار کیا گیا ہے اس کی وجہ سے یہ جنس ضائع ہو رہی ہے اور دائیں بائیں کی سامراجی تقسیم کا شکار ہو کر اپنی صلاحیتیں تباہ کر رہی ہے۔

تاہم پھر بھی کچھ ایسے صالح نوجوان موجود ہیں جن کی پیشانیوں سے سعادت مندی و بلندبختی کا نور چمکتا ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ یہ عزیز نوجوان مستقبل میں قوم کے بہترین خادم، اچھے شہری اور باعثِ رشک مفکر و رہنما بنیں گے۔

انہی طالب علموں میں لاء کالج لاہور کے فسٹ ایر کے طالب علم عبدالمتین چوہدری ہیں جو ساہیوال کے رہنے والے ہیں اور اس سے پہلے ساہیوال کے کالج میں زیر تعلیم تھے۔ انہوں نے وہاں اپنی شعلہ نوائی، جرأت اور تدبّر کی جو قندیلیں روشن کی تھی ان کی گواہی ساہیوال کالج کے در و دیوار آج بھی دیں گے۔

لیکن اسی پر بس نہیں کہ وہ محض ساہیوال یا آج کل لاء کالج کے احاطہ میں محدود ہیں بلکہ قدرت نے انہیں جو صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں ان کی وجہ سے وہ درۂ خیبر سے کراچی تک کی طالب علم برادری میں ہی جانے پہچانے نہیں جاتے بلکہ ملک کے صفِ اوّل کے قائدین اور سیاسی کارکن بھی ان سے خوب خوب واقف ہیں۔

متین صاحب جو پاکستان کے جی دار، بہادر اور مخلص و متدین طلبہ کی تنظیم جمعیۃ طلبہ اسلام کے ایک ذمہ دار رکن اور رہنما ہیں نے اس سٹیج سے جو کام کیا ہے اس کی تفصیلات کے لیے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔

مختصراً یہ کہ بحالی جمہوریت کی تحریک میں نام نہاد طلبہ تنظیمیں اپنے آقاؤں کے اشارہ ابرو پر ناچ کر "سیلاب فنڈز" کے اکٹھا کرنے میں مصروف تھیں متین چوہدری اپنے باہمت ساتھیوں کی ایک کھیپ کے ساتھ جیل کی چار دیواری کو آباد کئے ہوئے تھے۔

اس کے بعد ماضی قریب کی تحریک ختم نبوت میں اس نوجوان نے جس طرح ہمت اخلاص اور محنت سے رائے عامہ کو بیدار کیا وہ اسی کا حصّہ ہے۔ اور اس سلسلہ میں تین چار درجن کے قریب مقدمات جو ملک کی مختلف عدالتوں میں اب تک زیر سماعت ہیں اس کی زندہ شہادت ہیں۔

چوہدری صاحب نے تحریک کے دورِ شباب میں لاہور ہائی کورٹ میں اپنی درخواست ضمانت کے وقت معزز جج کی طرف سے ایک ہفتہ کے لیے مکمل خاموش رہنے کا سُن کر جو جواب دیا تھا اس نے کورٹ میں موجود جج، وکلاء اور دوسرے حضرات کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا اس نے کہا تھا کہ:

"یہ دین و ایمان اور عقیدہ کی بات ہے اور سات دن تو کجا سات منٹ بھی خاموشی مشکل ہے۔"

اس طرح اس نے ثابت کر دیا کہ اس ملک میں اسلاف کی عظمتوں کا نوجوان وارث و امین ہے۔ چوہدری صاحب ملک بھر کے مشائخ، علماء اور دیندار طبقہ کی آنکھوں کا تارا ہیں اور سبھی ان سے مستقبل میں نیک توقعات رکھتے ہیں۔

موصوف ۹ مارچ ۷۵ء کو حضرت مولانا عبیداللہ انور زید مجدہم کی معیت میں گوجرانوالہ تشریف لے گئے تو وہاں کے مولوی طاہر عباسی کی کوشش سے مشہور بدل احمد بدایونی

لئے ان سے انٹرویو حاصل کیا ہے۔ یہ انٹرویو بڑا فکر انگیز ہے اور چوہدری صاحب کے شکریہ کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہے۔

(محمد سعید الرحمٰن علوی)

مسٹر چوہدری نے جمعیت علماء اسلام کی تنظیم سے متعلق کہا کہ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ۴۵۰ کالجوں اور مدارس میں اپنے یونٹ قائم کرچکی ہے اور جمعیت میں ہر مسلک کے طلبہ شامل ہیں جن کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن و سنت پر مبنی خالص اسلامی نظام نافذ کرانے کے طویل اور انتھک جدوجہد کی جائے۔

یاد رہے کہ ہم اسلام کے معاملہ میں کسی جدید تعبیر و تشریح کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسلام کے ابتدائی دور میں خود نبی کریم علیہ السلام نے جو تعبیرات و تشریحات مدون و مرتب کروائی تھیں اور جو نسلاً بعد نسل ہم تک پہنچی ہیں انہی کا نفاذ ہمارا مقصد زندگی ہے۔

انہوں نے کہا کہ لارڈ میکالے کے نظریۂ تعلیم کی بنیادی اینٹ تعلیمی میدان میں دوعملی کا کرشمہ تھا جس کے ذریعہ اس نے دین و دنیا کی ایک تفریق پیدا کر دی لیکن ہم نے اس تفریق کو ختم کرنا ہے کیونکہ ہمارا اسلام ایک جامع نظامِ حیات ہے۔

چوہدری صاحب نے ملک ٹوٹنے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں بتلایا کہ لارڈ میکالے کی فکر کے علمبردار لوگ ابتداء سے اس ملک کے سیاہ و سفید کے مالک رہے۔ بدقسمتی سے وہ دولت خلوص سے خالی تھے۔ اس لیے اسلامی آئین تو کجا ایک عام قسم کا آئین بھی ملک کو سالہا سال تک میسّر نہ آسکا۔ اگر انڈیا کی طرح ہمارے حکمران بھی آئینی طور پر اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے تو یہ صورتِ حال سامنے نہ آتی۔

انہوں نے موجودہ نظامِ تعلیم کی خامیوں پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اسی وجہ سے ہمارے یہاں رنگا رنگ نعروں نے جنم لیا۔ جس کی وجہ سے نظریۂ پاکستان کی تضحیک کا لوگوں میں حوصلہ پیدا ہوا اور آزادروی عام ہوگئی۔

انہوں نے انکشاف کیا کہ کراچی، لاہور وغیرہ بڑے شہروں کے نو دولتیوں کی اولاد نے کالجوں اور یونیورسٹیوں کو کلبوں میں تقسیم کر دیا ہے اور جگہ جگہ مخلوط کلب قائم ہیں جن میں طلبہ اور طالبات مل کر [illegible] ہیں اور اس کے ساتھ اخلاق باختگی اور بے حیائی کے جو اور کارنامے سرانجام دیئے جاتے ہیں ان کے سامنے لاہور کا شاہی بازار بھی شرمندہ ہے۔

انہوں نے اس ساری صورتِ حال کا ذمہ دار ۲۷ سالہ بیوروکریسی کو قرار دیا اور کہا کہ یہی عناصر اب اصلاحات کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑے ہوئے ہیں۔

متین صاحب نے نسلِ نو کی اخلاق باختگی کے اسباب میں سے ایک سبب خاندانی منصوبہ بندی کو بھی قرار دیا۔

انہوں نے ملکی حالات پر سرسری گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ایوب آمریت کے خلاف قوم نے طویل جنگ لڑی اور اس توقع پر کہ ہماری زندگی کے دن بہتر ہو جائیں گے لیکن ایک سازش کے تحت ایوب کی جگہ یحییٰ نے لی جس کے دور کا سیاہ ترین کارنامہ سقوط ڈھاکہ ہے۔ اس سے جن لوگوں نے اقتدار کا چارج لیا ان کے دور میں ضروریاتِ زندگی گراں سے گراں تر ہو گئیں۔ بے روزگاری بڑھ گئی۔ غنڈہ گردی روزمرہ کا معمول بن گیا، سیاسی مخالفین کا قتل آئے دن ہو رہا ہے لیکن کوئی پرسانِ حال نہیں۔

انہوں نے کہا کہ شیرپاؤ جس حادثہ کا شکار ہوئے ہم اس کی تہہ دل سے مذمت کرتے ہیں لیکن ڈاکٹر نذیر، خواجہ رفیق، عبدالصمد اچکزئی، مولوی شمس الدین وغیرہ کے قتل پر گورنمنٹ ذمہ داریاں محسوس کرتی تو شاید یہ حادثہ نہ ہوتا لیکن کسی نے پرواہ نہ کی۔ جب کوئی حادثہ ہوا، تحقیق کا شور مچا اور چند دن بعد معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا حتیٰ کہ آج عوام سقوط ڈھاکہ تک کے ذمہ دار عناصر سے متعلق اندھیرے میں ہیں۔

انہوں نے کہا آج ملک میں گھٹن کی فضا ہے ہنگامی قوانین کا دور دورہ ہے ۱۴۴ کا اندھا دھند استعمال ہے حتیٰ کہ دل کی بات کہنا مشکل ہو گیا ہے لیکن حکومت کو یاد رکھنا چاہیے کہ پاکستان کے باشعور عوام کو اس طرح خاموش کرانا مشکل ہے۔

افغانستان پاکستان کشمکش کے سوال پر چوہدری صاحب نے کہا کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ تقسیم ملک کے فوراً

ٹیلیفون نمبر
66545

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر
7047

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۹۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۹ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C. [illegible]
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۹/۲۷۴۶۔DDA مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۶۲ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ چٹھی نمبر G.M.۶/۱۵۲۱۰ مورخہ ۲ مارچ ۱۹۶۶ء

بعد مرزائی وزیر خارجہ نے افغانستان سے اپنی جماعت کے
نام نہاد مبلغین کے قتل و پھانسی کا بدلہ چکانے کے لیے
کشمکش کی صورت پیدا کی اور وزارت خارجہ کے
پالیسی سازوں نے اندھے پن کا مظاہرہ کیا۔ نتیجۃً آج
تک کوئی بہتر صورت پیدا نہیں ہو سکی۔

چوہدری صاحب نے دینی مدارس پر قبضہ کرنے کی
سکیم اور اصلاحات کے بجائے موسیقی کو شامل نصاب کرنے
کی سکیم کو ایک ہی سازش کی کڑیاں قرار دیا اور کہا کہ
ہمارے حکمرانوں کی بد اعمالی اور بے فکری اس قسم کی مکروہ
سکیمیں اختراع کرتی رہتی ہیں تاکہ ملک افراتفری کا شکار رہے۔
انہوں نے مدارس اسلامیہ کی عالی تاریخ کا سرسری جائزہ
لیتے ہوئے ان کے منتظمین اور بانیوں کو زبردست خراج عقیدت
پیش کیا اور کہا کہ انہی مدرسوں کی محنت کا صدقہ اسلامی
اقدار محفوظ ہیں حتیٰ کہ آزادی کا سہرا بھی انہی درسگاہوں
کے سر ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ مدارس کے خلاف
کوئی سازش قطعاً کامیاب نہ ہونے دی جائے گی۔

پچھلے دنوں لاہور یونیورسٹی اور مدارس میں تلاشی
اور اسلحہ کی برآمدگی سے متعلق بتلایا کہ اس کارروائی کو
پولیس ایکشن یا فوج کشی کہنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ
فیڈرل سیکورٹی فورس ایک طرح کی فوج ہی ہے۔
انہوں نے بتلایا کہ طلبہ کے ساتھ انسانیت سوز
سلوک کیا گیا۔ کمروں کے تالے توڑے گئے، سوئے ہوئے
طلبہ کو جگایا اور فرضی اسلحہ طلبہ کے کھاتے میں ڈالا گیا۔
جہاں تک واقعی اسلحہ کا تعلق ہے تو جن کلب
کے صدران طلبہ کے پاس اسلحہ موجود ہے وہ استعمال کرتے
ہیں ہم نشاندہی کر سکتے ہیں لیکن بھٹو صاحب ان پر
ہاتھ نہیں ڈالیں گے۔
اس کارروائی کا مقصد صرف دینی اور اسلام کے
نظریاتی طلبہ کو پریشان کرنا ہے اور کوئی عجب نہیں کہ اسلامی
ذہن رکھنے والے طلبہ کی تنظیموں کو راہ سے ہٹانے کے
لیے پروگرام تیار کی جا رہی ہے۔ اسلحہ تلاشی اسی کا
حصہ ہے۔

چوہدری صاحب نے دینی مدارس کے فارغ التحصیل
طلبہ کو عربی، فارسی، اردو، اسلامیات کی ایم اے
بی اے کی تدریس کے لیے بطور لیکچرار مقرر کرنے
کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ایسا کرنا پاکستان کی نظریاتی
بنیادوں کے استحکام کے لیے ضروری ہے۔
انہوں نے طالب علم برادری پر متحدہ محاذ کے
طرز پر باہم مل جل کر جدوجہد کرنے پر زور دیا۔

بقیہ: خطبہ جمعہ

ہے جس طرح مرحوم فیصل کا دل تھا۔
اس لیے ہمیں امید ہے کہ وہ اسی راہ مستقیم
پر چل کر اپنے بھائی کا مشن پورا کریں گے۔
آپ نے آخر میں پوری دلسوزی اور خلوص
کے ساتھ دعا کرائی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ
کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ عالم اسلام کے
مسلمان جو ان کے پسماندگان ہیں ان کو صبر دے
اور
جلالۃ الملک الشاہ خالد کو ان کا صحیح جانشین بنائے۔

دعائے مغفرت کی استدعا

• میری ایک عزیزہ کا بامر الٰہی انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت لاہوری
کے منتسبین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (منظور حسین)

عبید اللہ انور پرنٹر نے باہتمام ... پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا